© rasailojaraid.com

دینار (۲۰ ہزار پاکستانی) ادا کی گئی ہماری حکومت نے بھی روایتی مہمان نوازی کو برقرار رکھ کر اس تقریب کی شان و شوکت دوبالا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھائی۔ ہر چند کہ یہ ایک حلیف مسلمان ملک کے شاہی خانوادے کی شاہی شادی تھی، اور اس پر جتنی بھی مسرت ہوتی اس کا حق ادا نہ ہوتا۔ مگر اس کے باوجود دلی احساسات اور تاثرات کو چھپائے نہیں چھپایا جاسکتا کہ دونوں ملکوں کے ترقی پذیر معاشرہ اور غریب عوام پر اس رسم و رواج، شاہانہ اسراف اور فضول خرچیوں بھرے اخبارات، فلموں، ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر اس کی تشہیر کا کچھ خوشگوار اثر نہیں پڑے گا۔ جو لوگ نانِ شبینہ کے محتاج ہیں وہ بھی شادی بیاہ کے کمر توڑ دینے والے اخراجات اور رسم و رواج میں اپنے حکمرانوں کے ایسے "کارناموں" کو اسوہ بنانا چاہیں گے، اجبکہ خود بھی اونچے ایوانوں سے لایعنی رسومات، جہیز وغیرہ کی لعنت سے احتراز برتنے کی اپیلیں کی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کا سب سے بڑا المیہ ان کے حکمرانوں کی یہی دو رنگی اور قول و عمل کا تضاد ہے، وہ کفایت شعاری کی تلقین کرتے ہیں، مگر خود دولت کو نہایت بے دردی سے ضائع کرتے ہیں۔ وہ ذخیرہ اندوزی اور اکتنازِ دولت سے منع کرتے ہیں، مگر قوم و ملک کو اپنی جاگیر سمجھتے ہیں۔ وہ لوگوں کو بے حیائی اور فحاشی سے روکتے ہیں مگر خود رقص اور موسیقی کی محفلوں کی زینت بڑھاتے ہیں اور اسے ثقافت کی ترقی اور سرپرستی قرار دیتے ہیں، وہ سٹیج پر اسلام اور اسلامی اقدار کی تلقین کرتے ہیں مگر اپنی زندگی اور عمل سے اس کے پرخچے اڑاتے ہیں الغرض وہ جو کچھ کہتے ہیں اپنی نجی زندگی میں اپنے کہے کا خود مذاق اڑانے لگتے ہیں پھر موجودہ دور کے اخبار، فلم اور ٹیلی ویژن نے انکی نجی زندگی کو بھی نجی نہیں رہنے دیا، بلکہ خلوت کو جلوت بنا دیا ہے۔ قول اور عمل کے اس تضاد کو قرآن نے منافقت سے تعبیر کیا ہے اور معاشرہ کی تعمیر صداقت سے تو ہوسکتی ہے مگر منافقت سے ہرگز نہیں۔

پھر اردن کی پوزیشن تو موجودہ نازک اور درد انگیز حالات میں اور بھی نازک تر ہے بیت المقدس یہود کے قبضہ میں ہے۔ انبیاء کی سرزمین کفار کے قدموں اور ان کے شرمناک اعمال اور فواحش سے ناپاک ہو رہی ہے۔ خطۂ جنت کو شیطان نے اپنی جاگیر بنا لیا ہے۔ ابراہیم و اسحاق، سلیمان و یعقوب (علیہم السلام) کی مسجدیں اذانوں کے لئے ترس رہی ہیں۔ عمر بن الخطابؓ کی مسجد عظمت فاروقی کی دہائی دے رہی ہے۔ خالدؓ اور ابو عبیدہؓ کی روح بے چین ہے، ہمارے مظلوم بھائیوں کے سینے دشمن کی گولیوں سے چھلنی ہو رہے ہیں، ایسے حالات میں یہ جشن یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سنا دیا نے اور عالم اسلام کی یہ خرمستیاں، بے فکری اور فارغ البالی کے یہ شرمناک مظاہرے اور قوت و دولت کا اس فراوانی سے ضیاع ——— لاحول ولا قوۃ الا باللہ ——— اس وقت نگاہیں اس صلاح الدین ایوبی کو ترس رہی ہیں جس نے بیت المقدس کی خاطر زندگی کی تمام لذتوں اور ہر عیش و آرام کو خیر باد کہا جسے جہاد سے عشق تھا اور جہاد ہی جس کا اوڑھنا بچھونا تھا، اور تپتے ریگستانوں اور صحراؤں کا بوسیدہ خیمہ جس کا مسکن تھا ——— اسی مسجد اقصیٰ قبلۂ اوّل کی خاطر سلطان کی کیفیت اس غمزدہ ماں جیسی ہوتی تھی جس نے اپنے اکلوتے بچّہ کا داغ اٹھایا ہو، وہ ایک صف سے دوسری صف تک گھوڑے پر دوڑتے پھرتے اور چیخ چیخ کر پکارتے "یا للاسلام" اسلام کی مدد کرو، آنسوؤں سے لڑی جاری رہتی، سقوط بیت المقدس کے زمانہ میں سلطان پر ایسے دن بھی آئے کہ سارے دن میں ایک دانہ منہ میں نہ رکھا، طبیب کے اصرار پر کچھ دوائی پی لیتے۔ الغرض بقول قاضی ابن شدّاد سلطان کو بیت المقدس کی ایسی فکر تھی اور دل پر ایسا بار تھا کہ پہاڑ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے، ظاہری اور مادی جدوجہد کے ساتھ راتوں کو سلطان کی کیا کیفیت ہوتی۔؟ سلطان کے حاضر باش ساتھی قاضی ابن شدّاد ہی سے سنئے سجدہ میں سر رکھ کر گڑگڑاتے اور کہتے: "خدایا مادی اسباب اور دنیاوی سہارے سب ٹوٹ چکے اب تیرے دین کی مدد اور فتح کیلئے صرف یہی سہارا رہ گیا ہے کہ تیرے آستانہ پر سر رکھ دیا جائے اور تیرے سہارے کو مضبوط پکڑ لیا جائے، اب صرف تیرا ہی بھروسہ ہے اور تو ہی میرا حامی و ناصر ہے ———" یہ حالت ہوتی، یہاں تک کہ کفر و الحاد کے بادل چھٹ گئے اور بیت المقدس پر اسلام کا ہلالی پرچم لہرا کر چین نصیب ہوا ——— ——— اب موازنہ کیجئے ۵۸۳ھ کا اپنے زمانہ ۱۳۸۸ھ سے حالت کہاں سے کہاں پہنچی۔ آہ! ملت مسلمہ اب کہاں سے لائے گی کسی صلاح الدین کو جبکہ مقابلہ عہد ایوبی کے صلیبی اتحادیوں سے زیادہ طاقتور دشمن سے ہے، اگر آج مسلمانوں میں کوئی بھی صلاح الدین جیسا نہیں رہا تو ایمان و یقین سے عاری نعروں اور یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں میں ڈوب کر تم بیت المقدس واگذار کرنے کی امید کیسے قائم کر رہے ہو۔ ان جشنوں اور مسرتوں کی محفلیں برپا کر کے نہ تو تمہیں بیت المقدس مل سکتا ہے، نہ کشمیر کی فضائیں اللہ اکبر کے نعروں سے گونج سکتی ہیں۔ اور نہ قبرص کے مسلمانوں کو عزت اور اطمینان کی زندگی مل سکتی ہے۔ بہرحال اس شان و شوکت اور اس طمطراق کی شادی تو اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ گویا ہم نے ابھی ابھی کارزار کفر و دین کو سر کر لیا ہے، جیت کا پھریرا ہمارے ہاتھ میں ہے اور ہم جشن فتح منا رہے ہیں ——— واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

© rasailojaraid.com